



سوال

(226) میت کی پشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میت کی پشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا اور کوئی تبرک چیز مثلاً غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن پر باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

میت کی پشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا کتاب الہی و سنت رسول و لہما صحابہ و قیاس مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں ہے اور جوان چار دلیلوں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو وہ کام کرنا منع ہے اور اسی طرح کفن پر کوئی چیز لکھنا یا کسی تبرک چیز کا رکھنا بھی جائز نہیں ہے اگر سوال کیا جائے کہ فقہ کی بعض کتابوں سے لکھنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ محمد بن محمد بزازی نے فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ”صفار نے کہا ہے کہ ”اگر میت کی پشانی یا پگڑی یا کفن پر عمد نامہ لکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے اور تانا خانہ میں ہے کہ کسی نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں اور غسل دے دیا جائے تو میری پشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر خواب میں باپ کو دیکھا اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے جب انہوں نے میری پشانی اور سینہ پر بسم اللہ لکھی دیکھی تو کہنے لگے تو عذاب سے بچ گیا۔ اور ابراہیم نے صغیری شرح نیہ میں اور علاؤ الدین حصکفی نے درمختار میں اور ابن عابدین نے رد المحتار میں بزازیہ کے حوالہ سے اس عبارت کو لکھا ہے اور جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور ابن عجمیل پہلے اس کا فتویٰ دیتے تھے۔ بعد ازاں صدقہ کے اونٹوں پر جو لفظ اللہ لکھا جاتا ہے اس پر قیاس کر کے لکھنے کا فتوے بھی دینے لگے اور اسی طرح شرجی کے حوالہ سے بعض محدثین نے سینہ پر انگلی سے بسم اللہ اور لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھنا نقل کیا ہے اور یہی فتویٰ محمد اسحاق دہلوی نے مایہ مسائل میں اور مفتاح الجنان و کفایہ شعبی میں درج ہے تو اس سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اولاً اربعہ میں سے کوئی دلیل بھی مذکورہ کتابوں میں نقل نہیں کی گئی اور اس کی بنا قیاس فاسد پر ہے یا پھر خواب پر قیاس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اذکار اور ادعیہ اور ان کی ینت کذاتی سب توقیفی (جن میں قیاس کو دخل نہ ہو) ہیں ان کو از خود تجویز کرنے اور ان پر اجر مرتب کرنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے یہ حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے بعض چیزیں بظاہر دیکھنے میں اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن چونکہ وہ مستقول نہیں ہیں لہذا منع ہیں۔ دیکھنے صبح طلوع ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ سے صرف دو رکعت سنت ثابت ہیں اب اگر کوئی زیادہ پڑھے تو ناجائز ہوگا حالانکہ نمازنی نفسہ بہت اچھی چیز ہے۔ عید گاہ میں نفل چونکہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اگر وہاں نفل پڑھے تو جائز نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ سورۃ قل یا ایہا الکفر من سے لے کر آخر تک ایک ہی رکعت میں نہ پڑھے کیونکہ یہ بدعت ہے ثابت نہیں ہے اور صدقہ کے اونٹوں پر قیاس کر کے لکھنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اونٹوں پر جو لکھا جاتا ہے وہ علامت کے لیے لکھا جاتا ہے اور یہاں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ تبرک اور نجات کے لیے لکھا جاتا ہے اور پھر وہاں بے ادبی کا امکان نہیں اور یہاں پب و غیرہ میں لوٹ ہونے کا یقین ہے۔

پھر یہ دیکھیں کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے کانوں میں اذان کہتے ہیں کہ وہ اس کی زندگی کی ابتداء تھی اسی پر انتہاء کو قیاس کر کے بعض لوگوں نے دفن کے وقت بھی اذان کہنا



شروع کردی تو فقہاء نے اس پر انکار کرنا چنانچہ ابن عابدین نے ردالمحتار اور ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں اس کو بدعت لکھا۔ عید اور جمعہ کی نماز کے بعد بعض لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کر دیا تو گو مصافحہ فی نفسہ بڑی چیز نہیں لیکن فقہاء نے اس کا انکار کیا کیونکہ یہ اس موقع میں ثابت نہیں۔ صلوٰۃ الرغائب کہ جس کو بعض بدعتی لوگوں نے جاری کر دیا ہے اس کے خلاف فقہاء نے آواز اٹھائی۔

باقی رہا خواب کا معاملہ تو نبی ﷺ کی خواب کے سوا کسی کی خواب حجت شرعی نہیں ہے اور اس سے احکام کا استنباط نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھئے علامہ کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے ماتحت کہ ابولہب کی ایک لونڈی ثوبیہ تھی اس نے ابولہب کو آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی جب خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا۔ پھر ثوبیہ نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا... الخ۔ اگر کہا جائے کہ اس میں دلیل ہے کہ کافروں کو بھی نیک اعمال نفع دیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ قرآن مجید کی آیت فجعنا لہما منشورا کے مخالف ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث سے دلیل نہیں لی جاسکتی کیونکہ یہ مرسل ہے اس کو عروہ نے بیان کیا ہے اور کسی سے سنی ہے یہ بیان نہیں کرتا اور اگر بالفرض یہ حدیث موصول بھی ہوتی تو ایک خواب ہونے کی وجہ سے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ قسطلانی بھی یہی کہتے ہیں بلکہ نسخی کی طرح منار میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی کا الہام بھی حجت نہیں ہے اور نہ کسی کی خواب حجت ہے۔ باقی یہ جتنی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے انہوں نے بزاز سے نقل کیا ہے اور بزاز نے اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی ہے لہذا وہ توجہ دینے کے قابل نہیں۔ ابن صلاح اور صاحب درمختار نے بہت صحیح لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام یا قرآن کی کوئی سورت میت پر یا کفن پر لکھنا تو درکنار۔ روپیہ۔ ملقہ۔ دیوار اور فرش پر بھی نہیں لکھنا چاہیے کیونکہ اس سے بے ادبی کا احتمال ہے اور کفن پر لکھنے میں تو بے ادبی کا یقین ہے پس ایسی صورت میں یہ لکھنا کیسے جائز ہو جائے گا۔

اور کفن میں قبر کے شے کا اضافہ کرنے سے متعلق تحقیقی جواب یہ ہے کہ روایات سے ثابت ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانا درست ہے لیکن اس کے بعد اس کو خریدنا یا فروخت کرنا اور دوسرے ممالک میں بطور تبرک لے جانا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ عینی حمدۃ القاری میں اسی باب کے تحت لکھتے ہیں کہ اس کا بچنا اور دوسرے ممالک میں لے جانا جائز نہیں ہے اور فضل بن عدلان کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ ابن صلاح نے کہا کہ اگر اس کا خریدنا یا فروخت کرنا جائز بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی فروخت سے جو مال میسر ہو اس کو بیت المال میں داخل کرنا ضروری ہے۔ ازرقی نے بھی لکھا ہے۔ حضرت عباسؓ اور عائشہ صدیقہؓ کا فتویٰ ہے کہ خانہ کعبہ سے اتر جانے کے بعد جنبی اور حائضہ اس کو پہن سکتے ہیں جو اس کی خرید و فروخت کے قابل ہیں ان کے نزدیک کعبہ کے اترے ہوئے غلاف کا کفن دینا جائز ہے اور قبر کپڑے کا کفن دینا حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی منافق جب مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اپنی قمیص عنایت فرمائیں تاکہ اس میں اس کو کفن دیا جاسکے چنانچہ آپ ﷺ نے قمیص دے دی۔ ایک عورت نے نبی ﷺ کو ایک کپڑا بن کر دیا آپ نے اس کو پہن لیا پھر کچھ مدت کے بعد اس نے حضور سے کپڑا مانگا آپ ﷺ نے دے دیا۔ اس نے اس کپڑے کو اپنے کفن کے لیے رکھ لیا۔ نبی ﷺ کی ایک صاحبزادی فوت ہوئیں تو کفن کے لیے آپ ﷺ نے اپنا تہ بند اتار کر دے دیا۔ ان روایات سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ قبر کپڑے میں کفن دینا درست ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسنون کفن کے بعد اس پر قبر کپڑے کا اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ میت کو بگڑی پہنانے کے خلاف فقہانے فتویٰ دیا کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ کفن تین کپڑے ہیں جن میں ہمارے مذہب کے مطابق بگڑی نہیں ہے۔ بحر الرائق۔ منجیبی۔ تنویر الابصار۔ قسطنطنیہ۔ جامع الرموز۔ زاہدی وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے۔ تو کفن کے ہمراہ غلاف کعبہ کا ٹکڑا رکھنا ایک زائد چیز ہوگی جو سنت کے خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”جب کوئی قوم کوئی بدعت رائج کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک سنت اس قوم سے اٹھالیتی ہے تو سنت کا تمام لینا بدعت کے جاری کرنے سے بہتر ہے“ خلاصہ یہ کہ بسم اللہ کا انگلی سے پشانی پر لکھنا اور غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن پر رکھنا دونوں بدعت ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی دین میں کوئی نیا کام جاری کرے جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے“ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”دو چیزیں ہیں۔ کلام اور ہدایت تو بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور بہترین راستہ رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے۔ تمہنے کاموں سے بچنا کہ بدترین کام ہے اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ واللہ اعلم۔ (سید محمد زبیر حسین)

مستملہ :



واضح ہو کہ بلند ہونا قبر کا ایک بالشت یا چار انگشت جواز میں داخل ہے اور اسی قدر پستی اس کی اور زیادہ اس سے غیر جائز ہے چنانچہ کتب فقہ و احادیث سے واضح ہے۔ فی [1] البحر الرائق ویسنم قدر شبر و قیل قدر اربع اصابع و ماورد فی الصحیح من حدیث علی، لاندع قبر امشرفا الا سوتہ فمحمول علی ما زاد علی التسنیم انتہی و فی النہر الفائق ویسنم اے یرفع فقنیل قدر شبر و قیل قدر اربع اصابع لروایۃ البخاری عن سفیان انہ رأی قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسما و جعلہ فی الظہیر یہ و جو با قدر شبر انتہی و کذا فی فتاویٰ عالمگیریہ و الزیلعی والیعنی۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تسنیم مستحب ہے اور غیر تسنیم مستحب نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔ (سید محمد زبیر حسین)

مسئلہ :

واضح ہو کہ بلند ہونا قبر کا ایک بالشت یا چار انگشت جو اس میں داخل ہے اور اسی قدر پستی اس کی اور زیادہ اس سے غیر جائز ہے چنانچہ کتب فقہ و احادیث سے واضح ہے :

(ترجمہ عربی عبارت) ”بحر الرائق میں ہے کہ قبر ایک بالشت یا چار انگل کوہان نما ہو، صحیح بخاری میں جو حضرت علیؑ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس قبر کو بلند دیکھو برابر کر دو۔ اس سے مراد وہ قبر ہے جو ایک بالشت سے زائد ہو۔

اور النہر الفائق میں ہے کہ کوہان نما ہو، یعنی بلند ہو، بعض کہتے ہیں، چار انگل کے برابر ہو، کیونکہ بخاری میں حضرت سفیان سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کوہان نما تھی۔ ظہیر یہ میں اسے واجب اور مجتبیٰ میں مندوب لکھا ہے، یہی در مختار میں ہے۔ ظہیر یہ میں بالشت کا وجوب لکھا ہے۔ اسی طرح عالمگیری زلیعی اور عینی میں ہے۔“

[1] اور قبر کوہان نما بنائی جائے اور بقدر ایک بالشت یا چار انگل کے برابر رکھی جائے حضرت علیؑ کی حدیث میں ہے کہ میں جس قبر کو بلند دیکھوں اس کو برابر کر دوں۔ برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ایک بالشت کے برابر کوہان نما بنا دوں اور خود نبی ﷺ کی اپنی قبر بھی کوہان نما ہے جیسا کہ بخاری۔ ظہیر یہ۔ مجتبیٰ۔ در مختار۔ عالمگیری زلیعی عینی میں ہے۔ واللہ اعلم۔

فتاویٰ نذیریہ

جلد 01 ص 700

محدث فتویٰ